اسلامی شعار اختیار کرنے میں ہی تمہاری کامیابی ہے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلامی شعار اختیار کرنے میں ہی تمہاری کامیابی ہے

(فرمودہ ۱۳؍اکتوبر ۱۹۴۹ء بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ بمقام ربوہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

پیشتر اِس کے کہ میں تقریر شروع کروں چند باتیں میں ضمنی طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ آپ لوگ جب یہاں آئیں تو ایک زائد چادر ساتھ لیتے آیا کریں تاکہ اِس قسم کے موقع پر نیچے بچھا کر بیٹھ جائیں۔ گرمی زیادہ ہے جس کی وجہ سے نزلہ اور کھانسی وغیرہ امراض ہو جاتی ہیں۔ اگر زائد چادر ساتھ ہو اور وہ بچھا کر بیٹھا جائے تو اِن امراض سے انسان ایک حد تک محفوظ رہتا ہے۔ پھر اس میں ثواب بھی ہے بعض مہمان آجاتے ہیں یا بعض لوگ چادر وغیرہ ساتھ نہیں لاتے وہ بھی ساتھ بیٹھ جائیں گے۔ پس جس طرح خیموں کے لئے تم چادریں یا کھیس ساتھ لاتے ہو اُسی طرح ایک چادر زائد بھی لے آیا کرو۔ ہمارے پنجاب میں پہلے یہ رواج ہوتا تھا کہ زمیندار جب کہیں باہر جاتے تو ایک چادر کندھے پر ڈال لیتے تھے جو اِس قسم کے مواقع پر کام آجایا کرتی تھی اب معلوم نہیں یہ رواج ہے یا نہیں۔ بہر حال یہ چیز بڑی ضروری ہے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ بعض دوست تکلیف اُٹھا کر زمین پر ہی بیٹھ جاتے ہیں اور وہ اِسے کوئی معیوب بات نہیں سمجھتے لیکن باہر سے آنے والوں پر اِس کا بُرا اثر پڑتا ہے پس اپنے ساتھ ایک زائد کپڑا رکھنا چاہیے جو ایسے موقع پر زمین پر بچھا لیا جائے اور پھر اُس پر بیٹھا جائے۔

میں نے کل انتخابِ صدر کے متعلق چند تلخ باتیں کہی تھیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ تلخ باتیں بھی قومی ترقی کا موجب ہو جایا کرتی ہیں۔ دنیا میں جس قوم نے بھی ترقی کی ہے اپنے جذبات کو کچل کر ہی ترقی کی ہے۔ ایسی صورت میں افراد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ تلخ باتیں سننے کے عادی

ہوں اگر وہ تلخ باتیں سننے کے عادی ہو جائیں تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ عرصہ کے بعد ان میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا کہ وہ اپنی ذات پر جرح کو سُن سکیں اور اس طرح اپنی اصلاح کر سکیں۔ ہمارے خاندان کے بعض نوجوانوں میں کچھ ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو انسان کے اندر نزاکت پیدا کر دیتی ہیں یوں بھی بڑے لوگوں کے بچوں میں قدرتی طور پر نزاکت پیدا ہو جاتی ہے لیکن میں بہت حد تک اسے ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے لوگ ہمارا لحاظ کرتے ہیں اور پھر ہمارا خاندان ایک لمبے عرصہ تک حکومت کرتا چلا آیا تھا اِس وجہ سے بھی ایک طرح غرور کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم جب سنتے ہیں کہ ہمارے بزرگ غرور کی وجہ سے دوسروں کی باتیں نہیں سنتے تھے تو ہم میں بھی یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ میرے لئے بھی ایک موقع ایسا آیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں اُس موقع پر خدا تعالیٰ کے فضل سے پاس ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جب بیمار تھے اور آخری جلسہ پر تقریر کے لئے تشریف لے گئے تو اُن دنوں کسی بات پر آپ ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خان صاحب مرحوم سے ناراض تھے۔ جب جلسہ پر جانے کی ضرورت پیش آئی تو بیماری کی وجہ سے آپ چل تو سکتے نہیں تھے اور قادیان میں اُن دنوں صرف ایک گاڑی تھی جس پر بیمار آ جا سکتے تھے اور وہ نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے چاہا کہ کسی طرح گاڑی بھی مل جائے اور آپ کو بھی نہ کہنا پڑے۔ چنانچہ آپ نے مجھ سے فرمایا میاں! تم نواب صاحب سے گاڑی منگواؤ۔ چنانچہ میں نے نواب صاحب کو گاڑی کے لئے کہلا بھیجا اور اُنہوں نے گاڑی بھیج دی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سوار ہو کر جلسہ میں تشریف لے گئے۔ گاڑی کی خچریں بہت تیز تھیں جب گاڑی جلسہ گاہ (مسجد نور) کے پاس پہنچی تو خچریں دَوڑنے لگ پڑیں۔ سائیس نے مجھے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں گاڑی نواب صاحب کی کوٹھی لے جاؤں آپ جب گاڑی کے لئے آدمی بھیجیں گے تو میں فوراً آ جاؤں گا۔ مولوی محمد علی صاحب بھی پاس ہی تھے میں نے مناسب سمجھا کہ اُن سے بھی اِس بارہ میں مشورہ کرلوں۔ میں نے کہا مولوی صاحب! خچریں دَوڑتی اور شور کرتی ہیں سائیس کہتا ہے کہ اگر مجھے اجازت ہو تو انہیں نواب صاحب کی کوٹھی لے جاؤں جب آپ کہیں گے میں گاڑی لے آؤں گا۔ اُنہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے

سائیس سے کہا اچھا گاڑی لے جاؤ لیکن تیار رہنا اور حکم ملنے پر فوراً لے آنا۔ ہمارا اندازہ تھا کہ کوئی گھنٹہ بھر تقریر ہوگی لیکن چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی طبیعت خراب تھی اِس لئے صرف دس پندرہ منٹ تقریر ہوئی اور آپ نے کہا گاڑی لاؤ۔ میں نے فوراً آدمی دَوڑایا گاڑی آنے میں دو چار منٹ کی دیر ہوگئی آپ ناراضگی کی حالت میں ہی پیدل چل پڑے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ بیماری کی وجہ سے آپ کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں مگر میں نے خیال کیا کہ جو ہوگیا سو ہوگیا۔ آپ ابھی بورڈنگ کے دروازہ تک ہی پہنچے تھے کہ گاڑی آ گئی لیکن پیشتر اس کے کہ میں گاڑی پیش کروں آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مولوی محمد علی صاحب نے بھی کہا کہ ہاں یہ ان کی غلطی تھی حالانکہ میں نے اُن سے مشورہ کر لیا تھا۔ بہرحال میں نے عرض کیا کہ چونکہ ہمیں خیال تھا کہ حضور کی تقریر لمبی ہوگی اس لئے ہم نے گاڑی واپس بھیج دی۔ اِس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خفگی کا اظہار فرمایا۔ مجھے اُس وقت بُرا تو محسوس ہوا لیکن میں نے اسے برداشت کیا اور سمجھا کہ آپ ہمارے بزرگ اور مقتدیٰ ہیں آپ سے اگر ایک تلخ بات بھی میں نے سن لی تو کیا ہوا۔ جب گاڑی آ گئی تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ گاڑی حاضر ہے حضور! اس پر سوار ہو جائیں چنانچہ آپ گاڑی پر سوار ہو گئے۔

بہرحال تلخ بات کا سننا بھی مفید ہوتا ہے ہم سے پہلوں نے تلخ باتیں سنیں اور بلند مرتبہ حاصل کیا، اگر بعد والے بھی تلخ باتیں سنیں گے تو بلند درجات حاصل کریں گے۔ ہاں انسان کو بے غیرت نہیں بننا چاہیے اور بات کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہیں دینا چاہیے۔ غیرت یہ ہے کہ انسان ایسی بات سنے تو اُسے بُرا تو لگے گا لیکن وہ سمجھے کہ میں نے ہی یہ بات کہلوائی ہے غصہ نہ منائے تا آئندہ اُسے اصلاح کا موقع ملے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ساتھ بھی ایک دفعہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ایک بھتیجے کو جو آپ کے پاس قادیان رہا کرتا تھا حکم دیا کہ وہ قادیان سے باہر چلا جائے اس لئے کہ وہ وہاں رہنے کے قابل نہیں تھا۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس گیا اور اس نے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اب میں کیا کروں؟ پھر فرمایا اچھا! میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تمہاری سفارش کروں گا لیکن

ابھی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ لکھا نہیں تھا کہ کسی شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کر شکایت کر دی کہ بڑے مولوی صاحب نے اپنے بھتیجے سے کہا ہے کہ قادیان سے باہر نہ جاؤ اور یہ نہ بتایا کہ آپ نے تھوڑی دیر کے لئے صرف اِس لئے اُسے روکا ہے تا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس کی سفارش کر سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ باہر نہ جائے تو پھر وہ بھی اس کے ساتھ ہی تشریف لے جائیں۔ اِس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تشریف لائے اور آپ نے بتایا کہ میں نے تو یوں کہا تھا مگر شکایت کرنے والے نے آدھی بات بتائی اور آدھی نہ بتائی۔

غرض تلخ باتیں سننے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اگر تم تلخ باتیں نہیں سنو گے تو کام کرنے کی عادت نہیں پڑے گی۔ میں جب کہتا ہوں کہ تلخ باتیں سنو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم بے غیرت بن جاؤ تلخ باتیں سنو لیکن بے غیرت بن کر نہیں۔ تمہیں غصہ آئے لیکن اپنے آپ پر، استاد اور مصلح پر نہیں۔ تم یہ سمجھو کہ میں نے غلطی کی ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ سزا ملی ہے میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ میری طبیعت پر سب سے بڑا اثر انہی تلخ باتوں نے کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ان سے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ مثلاً اسلامی شعار ہیں آجکل اسلامی شعار اختیار کرنے کے لئے ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ زمانہ ایسا ہے جس میں اسلام کی کوئی بھی چیز باقی نہیں رہی۔ لَمْ یَبْقَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ[1] اسلام صرف نام کا رہ گیا ہے۔ تم اگر کسی کو ہیٹ پہنے دیکھو گے تو کہو گے دیکھو! وہ انگریز بنا پھرتا ہے لیکن اپنے منہ پر دیکھو تو وہاں انگریزیت پائی جاتی ہوگی، داڑھی منڈوائی ہوئی ہوگی، تم سر سے انگریز نہیں ہو گے تو منہ سے انگریز بنے ہوئے ہو گے، کسی کے سر پر پگڑی ہوگی تو نیچے سوٹ پہنا ہوگا۔ غرض کسی نہ کسی رنگ میں انگریزیت ضرور غالب ہوگی اور اس کا مقابلہ کرنا تمہیں مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن یہی مقابلے ہیں جو انسان کے لئے کارآمد ہوتے ہیں اور اس میں ہمت پیدا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نصیحت فرمایا کرتے تھے تو بعض دفعہ آپ کا یہ طریق ہوتا تھا کہ آپ ایک چھوٹا سا فقرہ کہہ دیتے۔ میں بچپن میں بھی ٹوپی پہنا کرتا تھا جس طرح آجکل کے نوجوانوں کو پگڑی بوجھل معلوم

ہوتی ہے مجھے بھی بوجھل معلوم ہوتی تھی۔ ہم سمجھتے تھے کہ ہم نئے فیشن کے ہیں۔

ایک دفعہ غالباً عید کا دن تھا میں کپڑے پہن کر باہر نکلا، میں جس کمرہ میں تھا اُس کا ایک دروازہ برآمدہ میں کھلتا تھا اور ایک باہر۔ میں کپڑے بدل کر برآمدہ میں پہنچا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گھر سے نکلے اور اُس دروازہ میں پہنچے۔ میں نے بھی اُسی دروازہ سے گزرنا تھا اور آپ بھی اُسی دروازے سے گزرے۔ میں نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور صرف اُس دن ہی نہیں بلکہ بچپن سے پہنتا چلا آیا تھا لیکن آپ نے مجھے دیکھ کر کہا عید کے دن بھی ٹوپی؟ یہ فقرہ گو سادہ تھا لیکن مجھ پر اِس کا یہ اثر ہوا کہ میں اُسی وقت واپس گیا اور کسی سے کپڑا مانگ کر پگڑی باندھی اور اُس دن کے بعد کبھی میں نے ٹوپی نہیں پہنی۔

ایک دفعہ آپ فرمانے لگے ہمارے خاندان کا یہ طریق ہے کہ جب ہم میں سے کوئی شخص باہر نکلتا ہے تو کوٹ پہن کر نکلتا ہے اور سوٹی ہاتھ میں رکھتا ہے اس لئے تم بھی جب باہر نکلو تو کوٹ پہن کر نکلو اور سوٹی ہاتھ میں لے کر نکلو اور جب گھوڑے کی سواری کرو تو پٹکا باندھو۔ میں نے یہ بات آپ سے سنی اور اُسی دن سے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن شامت اعمال سے میں پھنس گیا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مجھ سے پوچھا میاں! تم گھر سے نکلتے ہو تو کوٹ پہن کر اور ہاتھ میں سوٹی پکڑ کر نکلتے ہو اِس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ہمارے خاندان کا یہ طریق تھا کہ جب بھی اُس کے افراد گھر سے باہر نکلتے تھے تو کوٹ پہن کر نکلتے تھے اور ہاتھ میں سوٹی لے کر نکلتے تھے اور اگر گھوڑے کی سواری کا موقع ہوتو پٹکا باندھتے تھے اس لئے میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ یہ تو لمبی بات بھی ہے گھوڑے کی سواری سے عموماً پیٹ بڑا ہو جاتا ہے اور اگر پٹکا باندھ لیا جائے تو پیٹ بڑھتا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد تحصیلدار ہمارے نام داخل خارج چڑھانے کے لئے آیا اُن دنوں سرکاری حکام جب قادیان آتے تو مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں ٹھہرا کرتے۔ اُس نے مجھے وہاں بُلوایا میں حضرت خلیفہ اوّل کے پاس پڑھ رہا تھا اس لئے ادب کی وجہ سے نہ اُٹھا۔ دوسری دفعہ اُس نے پیغام بھیجا میں نہ گیا۔ پھر تیسری دفعہ پیغام بھیجا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا میاں! یہ افسر لوگ ہیں چلے جاؤ۔ حضرت خلیفہ اوّل کے ادب کی وجہ

سے میں نے خیال کیا کہ جلدی آ جاؤں گا۔ میری جوتی اندر تھی میں جوتی پہن کر ساتھ کے دروازہ سے اُتر آیا۔ میری شامت اعمال تھی کہ جب میں اندر گیا تو آپ نے اُن لوگوں سے جو آپ کی مجلس میں موجود تھے فرمایا دیکھو! یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات پر عمل کرتے ہوئے کوٹ پہن کر اور ہاتھ میں سوٹی لے کر باہر آئے گا اِس بات کی تصدیق کرنے کے لئے تمام لوگ دروازہ پر کھڑے ہوگئے۔ اِدھر میں اسی طرح آ گیا۔ مجھے اوپر سے یوں آواز آئی جیسے کسی کو شرمندہ کیا گیا ہو۔ جب میں واپس آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا میاں! تم نے مجھے آج بہت شرمندہ کیا۔ میں نے سب لوگوں سے یہ کہا تھا کہ دیکھو! یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات پر عمل کرے گا اور کوٹ پہن کر باہر آئے گا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ تم یونہی آ گئے۔ میں نے کہا میں نے آپ کے ادب کی وجہ سے یہ چاہا تھا کہ جلدی آ جاؤں اِس لئے بغیر کوٹ پہنے اور سوٹی ہاتھ میں لئے باہر نکل آیا۔ یہ واقعہ سن کر کئی احمدیوں نے بھی اُس وقت پگڑیاں پہنی شروع کر دی تھیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے بعض نے ٹوپیاں پہنی شروع کر دی ہیں، بعض نے نکٹائیاں لگانی شروع کر دی ہیں اور بعض داڑھیاں مُنڈواتے ہیں اور اُنہیں یہ حس ہی نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اِس وقت ان کے باپ دادا کی عزت کا سوال تھا اِنہیں چاہیے تھا کہ وہ خاندانی روایات کو قائم رکھتے اور اپنے باپ دادا کے اچھے نمونہ کو قائم رکھتے لیکن اُنہوں نے اِس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ مجھے کہیں سے ایک رقم ملی اور میں نے ایک کوٹ اور پتلون سلوائی اور ایک ٹائی بھی خریدی۔ اس لباس میں میں نے ایک تصویر بھی کھنچوائی۔ یہ کوٹ اور پتلون تین چار دن ہی پہنی تھی کہ انہیں بدل دیا۔ یہ وہ دن تھے جب گورداسپور میں کرم دین بھیں والا مقدمہ چل رہا تھا متواتر تاریخ پڑنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہیں رہنا شروع کر دیا۔ عارضی قیام کے لئے وہاں ایک مکان لے لیا گیا تھا، ہمارے مہمان بھی وہیں آ جاتے تھے۔ اُس زمانہ میں بہت کم احمدی تھے اُن دنوں ہمارے ایک احمدی دوست محمد ایوب صاحب تھے جو غالباً صوبیدار میجر تھے اور مراد آباد کے رہنے والے تھے وہ اُن دنوں نئے احمدی ہوئے تھے اور نیا اخلاص لے کر آئے تھے اِس مقدمہ پر وہ بھی

گورداسپور آئے تھے۔ شامت اعمال کی وجہ سے میں نے ٹائی لگائی ہوئی تھی اور غالباً سوٹ بھی پہنا ہوا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے صوبیدار میجر محمد ایوب صاحب نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ایک طرف لے جا کر کہا میاں! ہم یہاں آتے ہیں تو دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں اور جو کچھ یہاں دیکھتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کی اصل روح ہے۔ ہمارے مولوی بتایا کرتے تھے کہ انگریزوں کی نقل کرنا کفر ہے مگر معلوم ہوتا ہے یہ کفر نہیں، آپ نے ٹائی پہنی ہوئی ہے تو میں کنچنیاں نچوانی شروع کر دوں گا اس لئے بہتر ہے کہ یہ ٹائی ابھی اُتار کر مجھے دے دو چنانچہ میں نے اپنی ٹائی اُنہیں دے دی اور اُنہوں نے وہیں پھاڑ کر پَرے پھینک دی۔ وہ پہلی اور آخری ٹائی تھی جو میں نے پہنی۔

اِسی طرح ایک دن اُنہوں نے بڑی سختی سے کام لیا ہماری والدہ دہلی کی رہنے والی ہیں دہلی اور یوپی کی تہذیب میں بہت فرق ہے۔ یوپی میں خاوند اپنی بیوی کو اگر کوئی بات کہے گا تو ''آپ'' کہے گا اسی طرح مالک اپنے نوکر کو آپ کہے گا۔ مثلاً مالک نوکر سے کہے گا ذرا آپ دوڑ کر دہی لے آیئے لیکن دہلی کی تہذیب یہ تھی کہ قریبی رشتہ داروں کو تم کہتے تھے اور میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو ''تم'' کہتے تھے ہماری والدہ بھی چونکہ دہلی کی رہنے والی تھیں اس لئے ہمیں بھی ایک دوسرے کو تم کہنے کی عادت پڑ گئی۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نے کہا کہ تم میری یہ بات سن لو۔ جب مجلس ختم ہوئی تو صوبیدار میجر محمد ایوب صاحب مجھے ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے تو والد ہیں مگر میرے پیر ہیں اگر میں نے آئندہ اُن کے لئے تمہارے منہ سے تم کا لفظ سنا تو تمہارے بخیئے اُدھیڑ دوں گا۔ یہ پہلا سبق تھا جو مجھے دیا گیا اور میں نے ''تم'' کی بجائے ''آپ'' کہنا شروع کر دیا۔ پہلی دفعہ جب میں نے ''آپ'' کہا تو یوں معلوم ہوا جیسے میں نے کسی کو گالی دی ہے لیکن آہستہ آہستہ اِس کی عادت پڑ گئی۔ میاں بشیر احمد صاحب ذرا چھوٹے تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''تو'' کہا کرتے تھے۔ اگرچہ یہ باتیں تلخ تھیں مگر میرے لئے میٹھی باتوں سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔

اب میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کے بعض لڑکوں کی داڑھیاں قریباً منڈی ہوئی

ہوتی ہیں اور سوٹ پہنے ہوئے ہوتے ہیں تمہیں ان کو صاحبزادہ نہیں کہنا چاہیے۔ آخر تمہارے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت زیادہ ہے یا ان کی نسل کی عزت زیادہ ہے۔ اگر تم میں صوبیدار میجر محمد ایوب صاحب جیسی ہمت نہیں تو کم از کم جب انہیں ایسا کرتے دیکھو تو ان سے منہ پھیر لو اور کہو کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہوتے ہوئے ہمارے سامنے بُرا نمونہ پیش کرتے ہو اور ایسا کرتے چلے جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ پس اپنے اندر ہمت پیدا کرو۔ اگر تم دوسرے پر اُنگلی اُٹھاؤ گے تو پھر تم اپنی بھی اصلاح کر لو گے۔

جب میں کوئٹہ میں تھا تو وہاں اخبار نویسوں کی ایک دعوت تھی اُن میں ایک احمدی بھی تھے جن کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ (اب بھی وہ نمائندہ بن کر یہاں آئے ہوئے ہیں) اور ایک داڑھی والے تھے۔ وہ داڑھی والے اخبار نویس کہنے لگے میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں خواہ آپ کو بُری لگے۔ پہلے احمدیوں کی اَور بات تھی اب اَور ہے۔ اب اِتنی داڑھیاں نہیں رہیں جتنی پہلے تھیں۔ خیر اپنے گھر کی تو اور بات ہوتی ہے میں بھی اپنی اولاد کو بُرا بھلا کہہ رہا ہوں لیکن دوسرے کے منہ سے سن کر غیرت آتی ہے۔ میں نے اُسے کہا دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہم میں اب بھی داڑھی رکھنے والوں کی نسبت زیادہ ہے۔ ہمارے دس آدمیوں میں سے اگر ایک کی داڑھی نہیں ہوتی تو آپ کے دس آدمیوں میں صرف ایک کی داڑھی ہوتی ہے۔ اُس نے کہا ہاں نسبتی فرق تو اب بھی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آخر داڑھی رکھنے میں کیا روک ہے اور داڑھی نہ رکھنے میں کیا فائدہ ہے۔ داڑھی رکھنے میں مشکل ہی کیا ہے۔ تم بتاؤ کہ داڑھی منڈوانے میں کیا خوبی ہے؟ یا کترا کترا کر نیچے لے جانے میں کیا خوبی ہے؟ آخر جیسے میں تمہیں علم سکھاتا ہوں تمہارا بھی فرض ہے کہ اگر کوئی نئی بات تمہیں معلوم ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمہیں روزانہ کئی باتیں سکھاتا ہوں تمہارا بھی فرض ہے کہ اگر تمہیں کوئی نیا نکتہ مل جائے تو مجھے بتاؤ۔ میں اُس پر عمل کروں یا نہ کروں کم از کم میرا دماغ تو روشن ہو جائے گا۔ چونکہ یہ مجلس اصلاحی ہے اس لئے تم بتاؤ کہ داڑھی منڈانے یا کترا کترا کر نیچے لے جانے میں کیا فائدہ ہے؟ میں اب تقریر تھوڑی دیر کے لئے بند کر دیتا ہوں اگر تمہاری نظر میں داڑھی منڈوانے کا کوئی فائدہ ہو تو مجھے بتاؤ۔

اس موقع پر حضور نے تھوڑی دیر کے لئے جواب کا انتظار کیا تو ایک نوجوان نے کہا کہ داڑھی رکھی جائے تو نیند نہیں آتی۔حضور نے فرمایا۔اس کے معنی یہ ہیں کہ **نَعُوْذُبِاللّٰہِ** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ بے خوابی کے مریض تھے۔ اِس پر وہ شخص شرمندہ ہوکر خاموش ہوگیا۔حضور نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

بات یہ ہے ''من حرامی حجتاں ڈھیر'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا وہ ادب دلوں میں نہیں رہا جو پہلے تھا۔اگر تم داڑھی رکھ لوگے تو کیا ہوگا؟ صرف یہی کہ لوگ تم پر ہنسیں گے اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ تم پر ہنستے ہیں۔کامیابی کے آخر آثار ہوتے ہیں تم اپنے اندر کامیاب ہونے والوں کا سا رنگ پیدا کرو۔زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ لوگ تمہیں **قُل اعوذئیے** کہیں گے اور کہا کریں۔

اِس موقع پر حضور نے مسٹر عبدالشکور کنزے (جرمن نَومسلم) کو جنہوں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے سٹیج پر کھڑا کیا اور اُن سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری سات پشت تک کسی نے داڑھی رکھی ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا نہیں۔اِس پر حضور نے خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی!! ایک غیر قوم کا آدمی داڑھی رکھتا ہے لیکن تم داڑھی نہیں رکھتے۔وہ سمجھتا ہے کہ میں اب مسلمان ہوگیا ہوں اِس لئے میں داڑھی رکھوں گا لیکن تمہیں کچھ احساس نہیں۔سب سے پہلے انگریزوں نے داڑھی منڈانی شروع کی تھی ان میں سے بشیر احمد آرچرڈ جو اَب ہمارے مبلّغ ہیں مسلمان ہوئے اور اُنہوں نے داڑھی رکھی۔مسٹر کنزے کی داڑھی کے بال تو سیاہ ہیں لیکن بشیر احمد آرچرڈ کی داڑھی کے بال بھورے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا مکئی کے سٹے کے بال اُتار کر لگا دیئے گئے ہیں لیکن وہ داڑھی رکھتے ہیں۔پھر اُنہیں انگریز بیوی بھی مل گئی ہے۔ انگریزوں کے ہاں کورٹ شپ ہوتی ہے اور اس کے بغیر وہ سمجھتے ہیں گویا نکاح ہی نہیں ہوا۔ہم نے لڑکی کے والد سے کہا کہ اب یہ رسم ختم کرو تو اُنہوں نے کہا بہت اچھا۔وہ خاندانی آدمی تھے صحت کی خرابی کی وجہ سے اُنہوں نے ملازمت چھوڑ دی ہے اور اب ایک فارم لیا ہوا ہے اس سے بھی کافی آمد ہے۔اُنہوں نے بڑی بہادری سے کہا اچھا کورٹ شپ نہیں ہوگی۔ہم نے کہا لڑکی کو باوجود منگنی کے لڑکے سے علیحدہ ملنا نہیں ہوگا۔ان کے ہاں منگنی کے بعد میاں بیوی والے

تعلقات بھی ہو سکتے ہیں۔ مجھے جب یہ خبر آئی کہ اُنہوں نے کورٹ شپ کی اجازت نہیں دی تو میں نے خیال کیا انہیں ایک نیکی کی توفیق ملی ہے اب دوسری نیکی کی بھی توفیق ملے گی۔اب میں نے ان کا فوٹو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی اپنے داماد سے بھی بڑی داڑھی ہے اسی طرح آئندہ لوگ داڑھی رکھنے لگ جائیں گے۔فرانس میں ۲۰ میں سے ایک آدمی نے داڑھی رکھی ہوئی ہوتی ہے۔نوجوانوں کو سب سے زیادہ شوق برنارڈ شا کی کتابیں پڑھنے کا ہے اُس کی بھی داڑھی تھی۔غرض جن لوگوں کے اندر برتری کا احساس ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم دوسروں کی کیوں نقل کریں، وہ دوسروں کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ پس تم اسلامی احکام پر عمل کرو اور خصوصیت سے ہمارے خاندان پر اسلامی احکام پر عمل کرنا زیادہ واجب ہے۔تمہیں اپنے اندر یہ جرأت پیدا کرنی چاہیے کہ لوگ کہیں کہ تم میں فلاں خرابی ہے اور تم اُسے برداشت کرو اور پھر اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔ جب کوئی اپنی اصلاح کرے گا تو لازمی بات ہے کہ وہ دوسرے کی بھی اصلاح کرے گا۔ جب تک تم میں دیوانگی پیدا نہیں ہوتی تم کامیاب کیسے ہو سکتے ہو۔ دیوانگی کے بغیر کامیابی نہیں ہوا کرتی۔

انبیاء کی جماعتوں کو دیکھ لو لوگ اُنہیں دیوانے کہا کرتے ہیں لیکن کیا وہ دیوانے ہوتے ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کو دیوانہ کہا گیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کو دیوانہ کہا گیا۔ایسا کیوں ہوا؟ محض اس لئے کہ وہ سوسائٹی کی بات نہیں مانتے تھے۔لوگ حیران ہوتے ہیں کہ آخر کیا بات ہے کہ اُنہوں نے ایسی شکل بنا لی ہے اور سوسائٹی کی بات نہیں مانتے۔ یقیناً یہ دیوانگی کا اثر ہے قرآن کریم میں ان کی حیرت کا یہ حال آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں یہ رسول ہمیں کہتا ہے کہ تم اپنا مال یوں نہ خرچ کرو بھلا ہمارے مال میں اسے دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارا اپنا مال ہے جس طرح ہم چاہیں اِسے استعمال کریں۔مثلاً سُود ہے یہ کہتا ہے سُود نہ لیا کرو۔ بھلا اس کی یہ بات ہم مان سکتے ہیں؟ ہمارا مال ہے جسے چاہیں دیں اور جس طرح چاہیں دیں اس کا مذہب سے کیا واسطہ؟ لیکن کیا تمہارے نزدیک اُن کی یہ دلیل ٹھیک ہے؟ یہی چیزیں اُنہیں عجیب نظر آتی تھیں کہ مال کسی کا اور دینے والا کوئی۔ رسول کو اِس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے یہ یقیناً دیوانہ ہے۔مگر انبیاء اور اُن

کی جماعتوں نے ہی جنہیں لوگ دیوانہ کہتے تھے فتح پائی۔

غرض دیوانگی کے بغیر کوئی قوم جیت نہیں سکتی۔ تم احمدی ہو گئے ہو اب تم داڑھی تو کیا بھویں بھی منڈوا لو بلکہ سر سے لے کر پاؤں تک انگریز بن جاؤ پھر بھی تمہاری مخالفت ضرور ہوگی۔ اگر تمہیں اپنی مخالفت کا ڈر تھا تو یہ مصیبت کیوں سہیڑی۔ تم کہتے ہو یہ مصیبت ہم نے اِس لئے سہیڑی ہے تا اسلام کی حکومت قائم ہو جائے۔ ہم بدعمل ہی سہی لیکن اسلام سے ہمیں محبت ہے اور اسلام کی حکومت ضرور قائم کریں گے یہ سارے مصائب ہم اس لئے برداشت کر رہے ہیں کہ اسلام کو ہم نے غالب کرنا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارے اِس دعویٰ میں کہاں تک سچائی پائی جاتی ہے۔ کیا تم میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے تم دنیا میں اسلام کو غالب کر سکتے ہو؟ آخر وہ کون سی چیز ہے جس سے لوگ جیتتے ہیں؟ مثلاً تعداد ہے تعداد بڑھنے کے ساتھ بھی قومیں جیتا کرتی ہیں لیکن تمہاری کتنی تعداد ہے اور کس حساب سے تمہاری تعداد بڑھ رہی ہے۔ الفضل میں شائع ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس ماہ ۳۰۰/ افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ بے شک یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے لیکن کیا اِس فضل سے تم جیت جاؤ گے؟ اگر ایک ماہ میں تین سَو احمدی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سال بھر میں صرف ۳،۶۰۰/ احمدی ہوں گے دس سال میں ۳۶،۰۰۰/ احمدی ہوں گے اور ایک ہزار سال میں صرف ۳،۶۰،۰۰،۰۰۰ کی زیادتی ہوگی لیکن ہزار سال تک کوئی قوم زندہ بھی رہی ہے؟ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہزار سال تک زندہ رہی ہے؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہزار سال تک زندہ رہی ہے؟ یا کیا خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہزار سال تک زندہ رہی ہے؟ ہوسکتا ہے کہ اس عرصہ میں کوئی اَور مامور من اللہ آ جائے۔ جیتنے کی صرف یہی تین صدیاں ہوتی ہیں اور اگر رفتارِ ترقی یہی رہی تو اولادوں کو ملا کر تم سَو سال میں پانچ لاکھ اَور ہو جاؤ گے اِس تعداد کے ساتھ تم دنیا میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہو۔

پھر دنیا کو فتح کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے لیکن تمہارے پاس روپیہ بھی نہیں۔ کراچی کا ایک سیٹھ تمہاری سب جائدادیں خرید سکتا ہے۔ آخر تم کس چیز کے ساتھ کامیاب ہو گے؟ جیتنے کے لئے جتھہ کی ضرورت ہے، جیتنے کے لئے مال کی ضرورت ہے، جیتنے کے لئے

عقل اور علم کی ضرورت ہے اور ان میں سے کوئی بھی چیز تمہارے پاس نہیں ۔ ہاں ایک اَور چیز ہے جس سے تم جیت سکتے ہو اور وہ دیوانگی ہے لیکن وہ بھی ابھی تم میں پیدا نہیں ہوئی ۔عقل کہتی ہے تم نے غالب آنا ہے تو جتھہ پیدا کرو لیکن جتھہ تمہارے پاس نہیں ہے ۔صرف لاہور کی آبادی ۱۷ لاکھ کی ہے اور تمہاری تعداد قریباً تین لاکھ کی ہے آخر تم فخر کس بات پر کرتے ہو؟ پھر مالی لحاظ سے صدر انجمن احمدیہ کی حیثیت ایک معمولی تاجر کی بھی نہیں ۔ لائل پور کے صرف ایک تاجر پر سات لاکھ روپیہ سالانہ ٹیکس لگا ہے اور تم سب مل کر سات لاکھ روپیہ کتنی مشکل سے چندہ دیتے ہو ۔علم کہو تو تمہارے ایک کے مقابلہ میں دوسروں میں ہزار عالم نکلیں گے ۔ پھر کیا چیز ہے جس کی بناء پر تم کامیاب ہو جاؤ گے؟ تم اُن سے روپیہ چھین نہیں سکتے اور نہ اُن سے زیادہ روپیہ کما سکتے ہو، تم اُن کا علم چھین نہیں سکتے اور نہ ہی اُتنا علم سیکھ سکتے ہو، تم جتھہ کے لحاظ سے اُن کو ماتحت نہیں کر سکتے ۔صرف ایک ہی چیز ہے جس کی وجہ سے تم کامیاب ہو سکتے ہو اور وہ جنون ہے ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یہ جنون پایا جاتا تھا اور وہ جیت گئی ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یہ جنون پایا جاتا تھا اور وہ جیت گئی ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں بھی جنون تھا جس کی بناء پر وہ دنیا پر غالب آئے ۔ اب تمہیں بھی جنون ہی کامیاب کر سکتا ہے لیکن تم نے اسے اپنے ہاتھوں کھو دیا ہے ۔ مجنون کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا ۔

ہمارے ہاں ایک اُستانی تھی اُس کا سر چکرایا کرتا تھا وہ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی کہ زلزلہ آیا ۔ پاس والوں نے کہا زلزلہ آیا ہے مگر وہ کہنے لگی تم آرام سے بیٹھی رہو زلزلہ وغیرہ کوئی نہیں آیا صرف میرا سر چکرایا ہے یہ علامت ہے جنون کی ۔ایسا آدمی دوسرے کی پرواہ نہیں کرتا اور ہر جگہ اپنی بات سنا دیتا ہے اور موقع بے موقع لوگ اُس کی بات سننے پر مجبور ہو جاتے ہیں جہاں بھی کوئی بات ہوگی وہ اپنی سنا دے گا ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سنایا کرتے تھے کہ ایک مولوی کی بیوی پاگل ہوگئی ۔ وہ شاہ پور کا رہنے والا تھا اُس نے اپنی پاگل بیوی سے تنگ آ کر اپنا وطن چھوڑ دیا اور لاہور چلا گیا ۔ چھ ماہ یا سال گزر گیا ایک دن وہ مولوی گھر آیا تو دیکھا کہ اُس کی وہی پاگل بیوی اندر بیٹھی روٹیاں پکا

رہی ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا پانچ سات دن کے بعد اُس کی باتوں سے تنگ آ کر مولوی نے اُسے طلاق دے دی اور لاہور سے بھاگ کر لکھنؤ چلا گیا۔ وہاں تین چار سال تک رہا۔ ایک دن وہ گھر آیا تو دیکھا کہ پھر اُس کی پاگل بیوی اندر بیٹھی روٹیاں پکا رہی ہے۔ مولوی نے کہا تم یہاں کیسے آ گئی ہو میں تو تمہیں طلاق دے آیا تھا۔ وہ کہنے لگی جب تک ہم دونوں کی منظوری نہ ہو طلاق کیسے ہوسکتی ہے میں نے منظوری دی نہیں طلاق کیسے ہوسکتی ہے۔ آخر وہ تنگ آ کر ہندوستان سے ہی باہر چلا گیا۔ اسی طرح جب مومن دیکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی بات سنی نہیں جاتی تو وہ پاگل ہو جاتا ہے اور آخر دنیا اُس کی بات سننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ غرض یہی ایک طریق ہے جسے اختیار کر کے تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ جب تک تم پاگلوں والا طریق اختیار نہیں کرتے اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تم یہ تو سوچتے ہو کہ اگر ہم نے چندہ دے دیا تو مال میں کمی آ جائے گی، تم میں سے نصف کے قریب نادہندہ ہیں، پھر کئی ایسے ہیں جن کے باپ چندہ ادا نہیں کرتے اور کئی کے ہمسائے چندہ ادا نہیں کرتے۔ کسی چندہ دینے والے نے کبھی نادہند سے یہ نہیں پوچھا کہ تم چندہ کیوں نہیں دیتے؟ تمہارے کوئی شخص پانچ روپے نہ دے تو شور مچا دیتے ہو مگر خدا تعالیٰ کے اگر کوئی پانچ ہزار روپے بھی نہیں دیتا تو تمہیں اس کی کچھ پرواہ نہیں تم کہہ دیتے ہو کہ خدا تعالیٰ اس کا خود ذمہ دار ہے لیکن اپنے روپے کے بارہ میں تم خود ذمہ دار بن جاتے ہو۔ نوجوانوں میں ہمت ہوتی ہے اس لئے ان کا زیادہ فرض ہے کہ وہ خود بھی چندہ دیں اور دوسروں کو بھی چندہ دینے پر مجبور کریں۔ اگر تمہارا باپ نادہند ہے تو کم از کم تم یہ تو کہہ سکتے ہو آپ میرے باپ ہیں اور میں آپ کی عزت کرتا ہوں لیکن یہ کتنا ذلیل کام ہے جو آپ کرتے ہیں۔ میں صرف خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت آپ کی عزت کرتا ہوں ورنہ جو کام آپ کرتے ہیں وہ ایسا نہیں کہ آپ کی عزت کی جائے۔ تمہارے اندر اگر جرأت ہو اور تم عقل سے کام لو تو تم یہ کام کر سکتے ہو۔ صرف جنون کی ضرورت ہے اور جنون ہی تمہیں کامیاب کرے گا۔ جن لوگوں میں جنون ہوگا وہ دوسروں کو مجبور کر دیں گے کہ اُن کی بات سنیں، اُن کی بات مانیں اور اُس پر غور کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کو چاہیے کہ اگر وہ بُرائی دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور

اگر اتنی بھی جرأت نہیں کہ اُس کی بُرائی کو زبان کے ذریعہ روکے تو کم از کم دل میں بُرا منائے[۲] لیکن تم میں سے کتنے ہیں جو بُرائی دیکھ کر اُسے دل میں ہی بُرا مناتے ہیں پھر یہ کیسا ایمان ہے جس کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

انگلستان میں پردہ کا سوال اُٹھا تو میں نے اپنے مبلغ کو کہلا بھیجا کہ اس مُلک کے عادات ایسے ہیں کہ عورتیں پردہ کر ہی نہیں سکتیں مگر تم ہر نَو مسلمہ سے یہ کہو کہ پردہ اسلامی حکم ہے اور پردہ نہ کرنے کو دل میں بُرا مناؤ اور یہ ایمان رکھو کہ جہاں کہیں بھی پردہ کا موقع مل گیا تم پردہ کے حکم کو بجالاؤ گی۔لیکن اگر ان کے اندر یہ احساس پیدا ہو گیا کہ پردہ اچھا نہیں تو وہ اس حکم کی اطاعت نہیں کریں گی۔اسی طرح دوسری شادی ہے تم ان کے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ دوسری شادی جائز ہے تا کہ وہ ان احکام کو اسلام کے ہی احکام مانیں اور ان کے اندر یہ احساس پیدا نہ ہو کہ یہ چیزیں غیر طبعی اور نا قابل قبول ہیں غرض جب تک تم اپنے کاموں میں جنون کا سا رنگ پیدا نہ کر لو گے تمہارے کام میں برکت نہیں پڑ سکتی اور بہت سی باتیں ہیں جن کے متعلق مجھے کچھ کہنا تھا لیکن چونکہ میں نے کل بھی بولنا ہے اِس لئے انہی باتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں تمہارا پریذیڈنٹ اِس لئے بنا ہوں تا دیکھوں کہ میری ان باتوں کا تم پر اثر ہوتا ہے یا نہیں۔اگر میں نے دیکھا کہ تم پر ان باتوں کا اثر نہیں تو میں اس نظام کو ختم کر دوں گا۔سینکڑوں آدمی تمہارے اس نمونہ کی وجہ سے احمدیت میں داخل ہونے سے رُک گئے ہیں بعض نوجوانوں میں وہی آوارہ گردیاں پائی جاتی ہیں، وہی گانے ہیں، وہی اسلامی احکام سے تمسخر پایا جاتا ہے ابھی جب میں ربوہ آیا ہوں تو پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مجھے ایک چٹھی لکھی لیکن دیکھو انسان کی جب حالت گر جاتی ہے تو اس کی اخلاقی حالت کیا ہو جاتی ہے وہ لکھتے ہیں جب میں بورڈنگ گیا تو لڑکے شور مچا رہے تھے۔اگر لڑکے شور مچا رہے تھے تو کوئی بات نہیں لیکن آگے کیا ہوتا ہے۔یہ تو وہی بات ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ فلاں مولوی صاحب نے نکاح پر نکاح پڑھا دیا ہے۔میں نے کہا وہ مولوی صاحب میرے اچھے واقف ہیں مجھے تو تمہاری بات پر یقین نہیں آتا۔اُس نے کہا اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو مولوی صاحب سے خود پوچھ لیں۔دو چار دن کے بعد وہ مولوی صاحب میرے پاس آئے۔میں نے

کہا مولوی صاحب! مجھے تو یقین ہے کہ آپ نے ایسا نہیں کیا مگر چونکہ لوگ کہتے ہیں اِس لئے آپ بتائیں کہ یہ نکاح کے متعلق کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے آپ پہلے مجھ سے پوچھ لیتے۔

''نمبر دار نے چڑی جڈا روپیہ میرے ہتھ تے رکھ دِتا تے میں کی کردا''

پرنسپل صاحب کہتے ہیں کہ میں نے دونوں ٹیوٹروں کو بُلایا اور اُن سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کہنے لگے ایسا تو روزانہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ فی الواقعہ نگران ہوتے تو اِس چیز کو دور کرتے۔ مثلاً ان میں ایک بیٹا میرا بھی ہے ہوسکتا ہے کہ پرنسپل اُسے سزا دیتا اور وہ میرے کان بھرتا۔ میں افسر ہوں ہوسکتا تھا کہ میں غلطی کرتا اور اسے نکال دیتا لیکن ہو کیا جاتا۔ اگر وہ لوگ پوری طرح ایمان دار ہوتے تو کہتے ہو جائے جو کچھ ہوتا ہے لیکن ہم نے قانون پر عمل کرانا ہے لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ تو چڑی جتنے روپے والی بات ہے۔ پرنسپل صاحب کو خیال تک نہ آیا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے اور ٹیوٹروں کی یہ بے ایمانی ہے کہ اُنہوں نے لڑکوں کے خلاف کوئی انتظامی کارروائی نہ کی۔ اس نقص کا بہرحال کوئی علاج کیا جائے گا میں نے عزم کرلیا ہے کہ ایسے لوگوں کو سکول سے نکال دوں۔ تمہارے اندر اگر ایمان ہوتا تو خدا اور رسول کے مقابلہ میں خواہ ساری دنیا ناراض ہو جاتی تمہیں اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ تم اگر مجھ سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتے ہو تو میں بہرحال انسان ہوں اور غلطی کرسکتا ہوں لیکن اگر تم دوسرے کا حق چھین لیتے ہو تو اس کے بدلہ میں تم جہنم میں جاؤ گے۔[۳]

بھلا یہ بھی کوئی طریق ہے کہ چونکہ پچاس روپیہ ماہوار کی نوکری جاتی رہے گی اس لئے ہم لڑکوں کی اصلاح نہیں کرسکتے حالانکہ تم صحیح طریق پر چل کر ہی کامیاب ہو سکتے ہو۔ جب تک تم چالبازی کرتے رہو گے، جب تک تم بے ایمانی کرتے رہو گے، جب تک تم اپنی روٹی کی فکر کرو گے اُس وقت تک تم خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کرسکتے۔ اور جب تک تم خدا تعالیٰ کی رضاء حاصل نہیں کرتے سلسلہ کا مفید وجود نہیں بن سکتے اور نہ ہی کوئی کارنامہ کرسکتے ہو۔ تم چوہے کی طرح مارے جاسکتے ہو مگر بہادر شیر کی طرح فتح حاصل نہیں کرسکتے۔ میری ان باتوں کو سوچو اگر یہ باتیں غلط ہیں تو غور کرنے کے بعد میرے پاس کوئی ایسی مثال پیش کرو کہ فلاں جگہ پر فلاں

جماعت بے دینی کے ذریعہ جیت گئی، انبیاء کی جماعتوں نے فلاں قوم کے فیشن کو اِس سے ڈر کر اختیار کرلیا، فلاں بستی کی قوم نے نوکریوں کی خاطر اپنے فرائض کو چھوڑ دیا۔ اگر تم نے کوئی ایسی مثال پیش کر دی تو میں مان لوں گا کہ قومیں بے دینی اختیار کر کے بھی جیت سکتی ہیں۔ تم مجھے بتاؤ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے لوگوں سے ڈر کر اُن کا فیشن اختیار کرلیا اور وہ جیت گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بے دینی اختیار کر لی پھر بھی وہ جیت گئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اپنے فرائض کو ترک کر دیا اور وہ پھر بھی جیت گئے۔ اگر تم کوئی ایسی مثال پیش کر دو تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ اور اگر ایسی کوئی مثال نہیں پائی جاتی تو پھر خدام الاحمدیہ یہی تمہارا ریڈیو ہے، یہی تمہارا سینما ہے جب تم یہ رنگ اختیار کرلو گے تو دنیا بے شک تمہارا تمسخر اُڑائے آسمان پر فرشتے تحسین کریں گے اور جب آسمان پر فرشتے تمہاری تحسین کرنے لگ جائیں گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کامیابی کا صرف یہی طریق ہے کہ دنیا ہمارا بے شک تمسخر اُڑائے لیکن آسمان پر فرشتے ہماری تعریف کرنے لگ جائیں۔

(الفضل ۲۲ ؍ اگست ۱۹۶۲ء)

---

۱ کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ حلب

۲ ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی تغییر المنکر (الخ)

۳ ابوداؤد کتاب القضاء باب فی قضاءِ القاضی اذا اخطاء